

القول المقبول في طهارة نسب الرسول

المعروف

آزركون تها؟

محمد حنيف قریشی

ہمارا یہ عقیدہ ہے کہ ہمارے پیارے آقا نضر المرسلین ﷺ کا پورا نسب پاک ہے۔ حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر حضرت عبداللہ اور حضرت سیدہ حوا سے لے کر حضرت سیدہ آمنہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا تک آپ کے نسب میں کوئی شخص غیر مومن نہیں گزرا۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام حضور اکرم ﷺ کے جد اعلیٰ ہیں اور ہمارے دعویٰ کی روشنی میں حضرت ابراہیم علیہ السلام سے لے کر حضرت آدم علیہ السلام تک بھی نسب پاک میں کوئی شخص کافر، مشرک اور بدکردار نہیں گزرا۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام کے والد گرامی کا نام ”تارخ“ (تاریخ بھی پڑھا گیا ہے) ہے جو کہ مومن، موحد اور امین تھے اور آزر حضرت ابراہیم علیہ السلام کا چچا تھا، آزر جیسا کہ نام سے ظاہر ہے بت پرست، بدکردار اور مشرک تھا اور یہ کسی صورت میں جناب ابراہیم علیہ السلام کا والد نہیں ہو سکتا، کیونکہ نبی پاک ﷺ کا نسب اول تا آخر پاک ہے اور آزر کو نسب رسول ﷺ میں داخل کرنے سے آپ ﷺ کے نسب پاک کی طہارت برقرار نہیں رہتی۔ ہمارے اس دعویٰ پر درج ذیل دلائل باہرہ موجود ہیں:

دلیل نمبر ۱:

ارشاد خداوندی ہے:

”الذی یراک حین تقوم. وقلوبک فی الساجدین.“ (شعراء: ۲۱۸، ۲۱۹)

(وہ اللہ) جو تمہیں (اے محبوب ﷺ) کو دیکھتا ہے جب تم کھڑے ہوتے ہو اور سجدہ کرنے والوں میں تمہارے دورے کو۔

اس آیت کریمہ میں سجدہ کرنے والوں میں ”دورہ“ سے مراد سرکار ﷺ کا نسل در نسل مومنین کی پشتوں سے مومنات کے رحموں میں منتقل ہونا ہے اور اس تفسیر پر درج ذیل شواہد موجود ہیں:

شاہد نمبر ۱: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں:

”تقلبه فی الظہور حتی اخر جہہ نبیا“

(الحاوی للفتاویٰ، دلائل النبوة ص: ۶۴)

یعنی اے محبوب عزت والا مہربان (اللہ) مومنین کی اصلااب و ارحام میں آپ کے دروازے کو ملاحظہ فرماتا رہا یہاں تک کہ آپ کو نبی پیدا کیا۔

شاہد نمبر ۲: حضرت عطاء ﷺ فرماتے ہیں:

”بل الاولى ان یقال المراد منه تقلبک من اصلااب الطاہرین الساجدین للہ الی ارحام الطاہرات الساجدات ومن ارحام الساجدات لی اصلااب الطاہرین الموحدین والموحدات حتی یدل ان اباء النبی (ﷺ) کلہم کانوا مومنین.“ (تفسیر مظہری جلد: ۷، صفحہ نمبر: ۸۹، ۹۰)

اولیٰ اور اصح یہ ہے کہ حضور اکرم ﷺ کے دورے سے مراد یہ ہے کہ آپ ﷺ پاک اور اللہ کے آگے سجدہ کرنے والوں کی پشتوں سے جب سجدہ کرنے والی پاک بیبیوں کے بطون میں اور پاک سجدہ ریز بیبیوں کے ارحام سے پاک، موحد لوگوں کی پشتوں میں منتقل ہو رہے تھے تو اللہ تعالیٰ آپ کے اس انتقال کو دیکھ رہا تھا۔ (قاضی صاحب فرماتے ہیں) یہاں سے یہ استدلال کیا گیا ہے کہ نبی اکرم ﷺ کے تمام آباء و اجداد (حضرت آدم سے لے کر حضرت عبداللہ تک) مومنین تھے۔

شاہد نمبر ۳: علامہ سید محمود آلوسی رحمۃ اللہ علیہ الباری تفسیر روح المعانی میں یوں رقم طراز ہیں:

”وجوز حمل القلب علی التنقل فی الاصلاب ان یراد بالساجدین المومنون“ (تفسیر روح المعانی زیر آیت ہذا) یعنی (اس آیت میں) نبی پاک ﷺ کے دورہ فرمانے کو سرکار کے پشت در پشت منتقل ہونے پر محمول کرنا درست ہے اور ”الساجدین“ سے مراد اس صورت میں مومنین ہوگا۔

شاہد نمبر ۴: تفسیر درمنثور میں امام جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ الباری ابن ابی حاتم، ابن مردویہ اور ابو نعیم رحمہم اللہ کے حوالے سے حضرت سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما سے نقل فرماتے ہیں کہ:

”یہاں پر قلب سے مراد حضور اکرم ﷺ کا پشت در پشت منتقل ہونا ہے۔“

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے ابن مردویہ روایت کرتے ہیں کہ حضرت ابن عباس فرماتے ہیں کہ میں نے نبی اکرم ﷺ سے پوچھا کہ میرے ماں باپ آپ پر قربان، جب آدم علیہ السلام جنت میں تھے تو آپ کہاں تھے تو آپ ﷺ مسکرائے یہاں تک کہ آپ ﷺ کے دانت

”انی كنت فى صلبه وهبط الى الارض وانا فى صلبه وركبت السفينة فى صلب ابى نوح وقدمت فى النار فى صلب ابراهيم لم يلتق ابواى قط على السفاح لم يزل الله ينقلنى من الاصلاب الطيبة الى الارحام الطاهرة“
(تفسیر درمنثور جلد: ۵ ص: ۹۸)

میں جناب آدم علیہ السلام کی پشت میں تھا کہ جب آپ زمین پر اترے اور میں اپنے باپ حضرت نوح کی پشت میں کشتی میں سوار ہوا اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کی پشت میں تھا جب انہیں آگ میں ڈالا گیا اور میرے آباء واجداد میں سے کوئی کبھی بھی بدکاری کا مرتکب نہیں ہوا اور ہمیشہ مجھے اللہ تعالیٰ نے پاک پشتوں سے پاک رحموں میں منتقل کیا۔
اسی لئے امام سیوطی اور حافظ ناصر الدین دمشقی فرماتے ہیں:

ان آباء النبی ﷺ کلہم کانوا مومنین (مظہری جلد: ۳ صفحہ: ۲۷۳)

”بے شک نبی پاک ﷺ کے تمام آباء (حضرت آدم سے لے کر حضرت عبد اللہ تک) مومن تھے۔“

شاہد نمبر ۵: تفسیر اضواء البیان فی ایضاح القرآن بالقرآن میں محمد امین الشافعی فرماتے ہیں:

”وتقلبک فی اصلاب اباءک الساجدین ای المومنین باللہ“ (جلد: ۶ صفحہ نمبر: ۳۸۸)

یعنی آپ کا دورہ اللہ تعالیٰ آپ کے سجدہ کرنے والے اور اللہ پر ایمان لانے والے (آباء واجداد) کی پشتوں میں دیکھ رہا تھا۔

شاہد نمبر ۶: تفسیر صاوی علی الجلالین میں ہے:

”والمراد بالساجدین المومنون والمعنی یراک متقبلا فی اصلاب وارحام المومنین من آدم الی عبد

اللہ فاصولہ جمیعاً مومنون۔ (صاوی جلد نمبر ۳)

یعنی (اس آیت نمبر ۲۱۹ سورہ شعراء) میں ”الساجدین“ سے مراد مومنین ہیں اور اس سے مراد یہ ہے کہ آدم علیہ السلام سے لے کر حضرت

عبد اللہ ﷺ (والد گرامی نبی پاک ﷺ) تک پاک پشتوں سے پاک رحموں میں منتقل ہونے کو اللہ تعالیٰ دیکھ رہا تھا اور نبی اکرم ﷺ کے تمام آباء

واجداد (مرد و عورت) مومن تھے۔

شاہد نمبر ۷:

”ان نسب رسول اللہ محفوظ من الشرک فلم یسجد احد من ابائہ من عبد اللہ الی آدم لصنم قط“

(تفسیر صاوی جلد: ۲ صفحہ: ۳۵)

”بے شک رسول اللہ ﷺ کا نسب شرک سے محفوظ تھا اور آپ ﷺ کے آباء میں سے حضرت عبد اللہ سے لے کر حضرت آدم تک کسی نے

کبھی بھی کسی بت کو سجدہ نہیں کیا۔“

مذکورہ تفاسیر کے مطابق ”تقلبک فی الساجدین“ سے مراد انتقال فی اصلاب المومنین کی تفسیر درج ذیل تفاسیر میں بھی ہے:

(۸) تفسیر خازن جلد نمبر ۳

(۹) تفسیر قرطبی عن ابن عباس رضی اللہ عنہما

(۱۰) تفسیر ابن عربی

(۱۱) فتح القدر لشوکانی

(۱۲) تفسیر بغوی جلد: نمبر ۳ صفحہ: ۵۱۶

طرز استدلال:

آیت سے ثابت ہوا کہ نبی کریم ﷺ کے آباء واجداد حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر حضرت عبد اللہ تک اور امہات حضرت سیدہ حوا

سے لے کر حضرت آمنہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا تک تمام مومنین، موحدین تھے اور ہر قسم کی بدکاری سے بھی محفوظ تھے تو برہان یوں مرتب ہوگی:

اگر آزار ابراہیم علیہ السلام کا والد ہو تو نبی پاک ﷺ کے نسب میں داخل ہونے کی وجہ سے (بمقتضیٰ آیہ قرآنی) مومن، موحد ہوگا۔

لیکن چونکہ وہ مومن نہیں (کما ہو ظاہر) تو (استثناء نقیض تالی نتیجہ نقیض مقدم) نتیجہ آئے گا۔

نتیجہ:

”آزرا برائیم علیہ السلام کا والد نہیں ہو سکتا۔“

توضیح:

مذکورہ آیت کی تفسیر مفسرین کرام نے یوں بھی کی ہے:

ای تقلبک فی تفصح احوال المتہجدین من اصحابہ لیطلع علیہم من حیث لا یشعرون ولیعلم انہم کیف یعدون۔
”یعنی حضور ﷺ کے دورہ فرمانے سے مراد یہ ہے کہ جب آپ اپنے صحابہ کرام کے تہجد پڑھنے کو ملاحظہ فرمانے کے لئے رات کو دورہ کرتے کہ دیکھیں کہ (صحابہ کرام) کیسے عبادت کرتے ہیں۔“

اس توضیح کی بنا پر سوال وارد ہو سکتا ہے کہ جب اس آیت کی یہ تفسیر بھی ہو سکتی ہے تو پھر مذکورہ بالا تفسیر کی کیا ضرورت تھی؟ اس کا جواب یہ ہے کہ: یہ آیت کریمہ مکی ہے اور مکہ میں رسول اکرم ﷺ کا صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے تہجد اور قیام و رکوع و جماعت پر دورہ فرمانا ثابت نہیں، یہ تو مدنی دور کی بات ہے لہذا اولیٰ وہی تفسیر ہے جو پہلے ذکر ہو چکی ہے۔ اس لئے حضرت عطاء رحمہ اللہ نے فرمایا:

بل الاولیٰ ان یقال ان المراد الخ

”یعنی بہتر ہے کہ یوں کہا جائے کہ حضور اکرم ﷺ کے دورے سے مراد یہ ہے کہ آپ ﷺ پاک پشتوں سے پاک رحموں میں منتقل ہوتے رہے۔“
دلیل نمبر ۲:

ارشاد خداوندی ہے:

ان الذین کفرو من اهل الکتاب والمشرکین فی نار جہنم خالدین فیہا اولئک ہم شر البریۃ ان الذین آمنوا وعملوا الصالحات اولئک ہم خیر البریۃ (سورۃ البینۃ: ۷، ۸)

”بے شک جتنے کافر ہیں کتابی اور مشرک سب جہنم کی آگ میں ہیں ہمیشہ اس میں رہیں گے۔ وہی مخلوق میں بدتر ہیں بے شک جو لوگ ایمان لائے اور نیک اعمال کئے وہی تمام مخلوق میں بہتر (خیر) ہیں۔“

ان آیات سے ثابت ہوا:

(۱) کافر و مشرک شر البریۃ (مخلوق میں بدتر) ہیں۔

(ب) مومنین صالحین خیر البریۃ (مخلوق میں بہتر) ہیں۔

(۱) بخاری شریف کی روایت ہے، حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے کہ نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

بعثت من خیر قرون بنی آدم قرنا فقرنا حتی کنت من القرن الذی کنت معہ۔

(بخاری، بیہقی، طبرانی، نسائی، خصائص کبریٰ و علاوہ ازیں درجنوں کتب)

”مجھے اللہ تعالیٰ نے اس زمانے تک کہ جس میں میں ہوں خیر قرون میں بھیجا ہے۔“

اس ضمن میں امام سیوطی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

ان الکافر لا یستاہل شرعا ان یطلق انہ من خیر القرون۔

”ہرگز کافر پر خیر قرون کا اطلاق نہیں کیا جاسکتا۔“

(۲) دوسری روایت ہے:

فافترق الناس فرقتین الا جعلنی اللہ فی خیر ہما فاخرجت من بین ابوی ولم یصنبنی شیء من عہد الجاہلیۃ

خارجت من نکاح لم اخرج من سفاح من لدن آدم حتی انتہیت الی ابی وامی فانما خیر کم نفسا وخیر کم ابا

(بیہقی عن انس رضی اللہ عنہ، دلائل النبوة لابن نعیم عن ابن عباس رضی اللہ عنہما، طبرانی، تفسیر مظہری جلد ۳، مواہب اللدنیہ، نشر الطیب اشرف علی

تھانوی اور علاوہ ازیں ۴۰ سے زائد کتب)

”یعنی اللہ تعالیٰ نے لوگوں کے دو گروہ بنائے اور ان میں سے حضرت آدم سے لے کر حضرت عبد اللہ تک مجھے ہمیشہ بہتر گروہ میں رکھا اور

(میرے نسب میں) جاہلیت کی خرابیوں میں سے کوئی خرابی مجھے نہیں پہنچی، ہر دور میں نکاح کے ذریعے سے (آباء کی پشتوں سے جدات کے

رحموں تک) پہنچا بدکاری سے نہیں اور یہ سلسلہ آدم علیہ السلام سے لے کر میرے ماں باپ تک رہا پس میں تم سب میں سے بہتر ہوں نفس اور

آباء کے لحاظ سے۔“

(۳) تیسری روایت میں ہے:

لم يزل على وجه الدهر (ارض) سبعة مسلمين فصاعد اولولا ذالك هلك
(اخرجه عبدالرزاق، ابن منذر بسند صحيح على شرط الشيخين)

”یعنی روئے زمین پر ہر زمانے میں کم از کم سات مسلمان (ضرور) رہے ہیں اگر ایسا نہ ہوتا تو اہل زمین میں سب ہلاک ہو جاتے۔“
استدلال نمبر ۱:

آیت سے ثابت ہوا کہ مومنین، مسلمان خیر البریہ ہیں اور کافر و مشرک شر البریہ ہیں اور احادیث مبارکہ سے ثابت ہوا:
(۱) ہر زمانے میں دو گروہ رہے، مومنین کا گروہ اور کافرین کا گروہ۔

(۲) نبی پاک ﷺ حضرت آدم سے لے کر حضرت عبداللہ تک خیر قرون (بہتر گروہ) میں رہے اور کافر بہتر قرن میں سے نہیں۔

(۳) نبی پاک ﷺ حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر حضرت عبداللہ تک خیر ہیں، آباء کے لحاظ سے۔

(۴) حضور اکرم ﷺ کے پورے نسب میں عہد جاہلیت کی خرابی اور زنا کاری کا سلسلہ کبھی نہیں ہوا۔

اب مقدم اور تالی دونوں مقدمات کے اثبات کے بعد برہان یوں مرتب ہوگی۔

اگر آزر حضرت ابراہیم کا والد ہو تو اسے مذکورہ روایات کے مطابق خیر قرن، خیر فرقہ، خیر بطور والد ماننا پڑے گا، لیکن چونکہ آزر کافر

و مشرک ہونے کی وجہ سے (از روئے قرآن) خیر نہیں بلکہ شر البریہ ہے تو نتیجہ آئے گا:

”آزر، حضرت ابراہیم علیہ السلام کا والد نہیں ہے۔“

استدلال نمبر ۲:

بخاری شریف کی روایت کے مطابق جب اللہ تعالیٰ کو اپنے نبی ﷺ کے نسب میں جاہلیت کی خرابیوں میں سے زنا، بدکاری کی خرابی اور گناہ گوارہ نہیں تو اس عالی شان نسب میں سب سے بڑی خرابی اور گناہ کفر اور شرک کیسے گوارہ ہو سکتا ہے۔

چونکہ آپ ﷺ کے نسب میں کفر و مشرک والی خرابی تب لازم آتی ہے جب آزر کو جناب حضرت ابراہیم علیہ السلام کا والد مانا جائے تو جس

وجہ سے نبی پاک ﷺ کے نسب میں خرابی لازم آئے وہ وجہ باطل ہے لہذا ہمارا مدعا ثابت ہے کہ:

”آزر حضرت ابراہیم علیہ السلام کا والد نہیں ہے۔“

دلیل نمبر ۳:

حضرت سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ آپ فرماتے ہیں کہ نبی پاک ﷺ نے ارشاد فرمایا:

لم يزل الله ينقلني من الاصلاب الطيبة الى الارحام الطاهرة مهذباً لا ينشعب شعبتان الا كنت في خير هما

(دلائل النبوة، تفسیر کبیر جلد ۸، روح المعانی جلد ۸، تفسیر طبری، درمنثور جلد ۳، صاوی الجلالین، مظہری جلد ۳، الحاوی للفتاویٰ ص ۲۵۶،

مواعظ اللدنیہ، نسیم الریاض علاوہ ازیں ۳۰ سے زائد کتب)

”یعنی اللہ تعالیٰ نے مجھے ہمیشہ (حضرت آدم سے حضرت عبداللہ تک) پاک پشتوں سے پاک رحموں میں مصطفیٰ مہذب کر کے منتقل فرمایا۔“

لم ازل انقل من اصلاب الطاهرين الى ارحام الطاهرات (مواعظ، کبیر، درمنثور)

”میں ہمیشہ پاک پشتوں سے پاک رحموں میں منتقل ہوا ہوں۔“

سورہ توبہ کی آیت نمبر ۲۸ میں ارشاد ہے:

”انما المشرکون نجس“ مشرک ناپاک ہیں۔

مقدمات مقدم و تالی کے مسلمہ ہونے کے بعد دلیل یوں مرتب ہوگی:

نبی اکرم ﷺ کے تمام آباء پاک تھے۔

اگر آزر کو ابراہیم علیہ السلام کا والد مانیں تو اسے نبی پاک ﷺ کا جد مان کر پاک ماننا پڑے گا۔

چونکہ وہ کافر و مشرک ہونے کی وجہ سے بتصدیق آیہ قرآنی نجس و ناپاک ہے پاک نہیں، تو (استثناء نفیض تالی نتیجہ نفیض مقدم) نتیجہ آئے گا:

”آزر ابراہیم علیہ السلام کا والد نہیں ہے۔“

دلیل نمبر ۴:

نبی پاک ﷺ نے اپنے نسب پاک پر فخر کیا ہے:

”انا خیر کم نفسا وخیر کم ابا“

”میں بطور حسب و بطور نسب تم میں سے بہتر ہوں“۔ (ترمذی شریف)

(بیہقی عن انس، دلائل النبوة عن ابن عباس، مواہب اللدنیہ، خصائص، نسائی، دلائل النبوت، بیہقی و دیگر کتب صحاح)

اور مسند احمد بن حنبل کی روایت ہے جس سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ مشرک آباء و اجداد پر فخر کرنا حرام ہے، حدیث کے الفاظ یہ ہیں:

من انتسب الی تسعة آباء کفار یرید بہم عزا و کرامة کان عاشرہم فی النار

استدلال:

جب نبی پاک ﷺ نے اپنے نسب پر فخر کیا تو ماننا پڑے گا کہ آپ ﷺ کے پورے نسب میں کوئی بھی کافر و مشرک نہیں گزرا و اگر نہ فعل حرام

کی نسبت نبی پاک ﷺ کی طرف کرنا پڑے گی۔

اب برہان یوں مرتب ہوگی:

اگر آزر ابراہیم علیہ السلام کا والد ہو تو حضور اکرم ﷺ کے آباء میں سے ہوگا، چونکہ نبی پاک نے نسب پر فخر کیا تو ماننا پڑے گا کہ کوئی کافر

آپ ﷺ کے نسب میں نہیں ہو سکتا تو یقیناً پھر ماننا پڑے گا کہ کافر و مشرک شخص آزر ابراہیم علیہ السلام کا والد نہیں ہے۔

دلیل نمبر ۵:

حضرت نوح علیہ السلام کا ایک بیٹا نافرمان اور منافق تھا تو اللہ تعالیٰ حضرت نوح علیہ السلام سے اس کے نسب کو منقطع کرتے ہوئے

ارشاد فرماتا ہے:

قال ینوح انه لیس من اہلک انه عمل غیر صالح (ہود: ۴۶)

”اے نوح یہ تیرا بیٹا تیرے اہل میں سے نہیں، بے شک اس کے کام اچھے نہیں ہیں“۔

اگر بیٹا نافرمان ہو تو اللہ تعالیٰ عظمت نبوت کی خاطر، نبی باپ سے اس نافرمان کا نسب قطع فرما دیتا ہے اور اعلان ہوتا ہے کہ ”انہ لیس من

اہلک“ تو جب نافرمان شخص نبی کا بیٹا نہیں ہو سکتا تو ایک کافر و مشرک شخص آزر، جلیل القدر نبی حضرت ابراہیم علیہ السلام کا والد کیسے ہو سکتا ہے۔

دلیل نمبر ۶:

قاضی ثناء اللہ پانی پتی مظہری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ تفسیر مظہری میں اور امام سیوطی رحمۃ اللہ تعالیٰ الجاوی للفتاویٰ میں ارشاد فرماتے ہیں:

فمن المحال ان یکون بعض آباء النبی مع کونہ محبوبا للہ کافرا (جلد نمبر ۳ ص ۲۶۴)

”یعنی یہ محال ہے کہ نبی پاک ﷺ جب اللہ تعالیٰ کے محبوب ہیں تو ان کے آباء و اجداد میں سے کوئی شخص کافر ہو“۔

طرز استدلال:

آزر چونکہ کافر و مشرک ہے تو اگر اس کو حضرت ابراہیم علیہ السلام کا والد مانا جائے تو مذکورہ تصریح کے مطابق محال لازم آئے گا اور یہ

باطل ہے جب آزر کا ابراہیم علیہ السلام کا والد ہونا باطل ہو تو ہمارا مدعا ثابت ہے کہ:

”آزر ابراہیم علیہ السلام کا والد نہیں ہے“۔

دلیل نمبر ۷:

دیوبندی حضرات کے حکیم الامت اشرف علی تھانوی صاحب نے نشر الطیب میں نبی علیہ السلام کی مدح میں چند اشعار نقل کئے ہیں:

اکرم بہ نسبتا طابت عناصرہ

اصلا و فرعاً وقد سادت بہ البشر

آپ ﷺ کا نسب (پاک) کیسا باکرامت ہے کہ اس کے مواد پاکیزہ ہیں کہ اس کے مواد اصل و فرع دونوں اعتبار سے پاکیزہ ہیں

اور آپ ﷺ کے سبب سے جس بشر کو شرف حاصل ہوا۔

مطہر من سفاح الجاہلیۃ لا

یشوبہ قط لانقص ولا کدر

آپ ﷺ کا نسب پاک ہے جاہلیت کی خرابی سے اور اس میں کبھی نقص و کدورت کی آمیزش نہ ہوئی۔

ما فيه الا همم قد سما عظمها

او سید نحو فعل الخیر مبتدئ

آپ کے سلسلہ نسب میں سب بڑے ہی بڑے ہیں جو عظمت میں عالی شان رکھتے ہیں یا ایسے سردار ہیں کہ محل خیر کی طرف سبقت کرنے والے ہیں۔

حتى بدأ مشرفا من والديه وقد

تجملت بجلاه الشمس والقمر

یہاں تک کہ آپ ﷺ منور ہو کر اپنے والدین سے ظاہر ہوئے اور یہ حالت تھی کہ آپ ﷺ کے نور سے شمس و قمر بھی صاحب جمال ہو گئے۔ (نشر الطیب ص ۱۷)

پھر ص: ۲۹ پر لکھتے ہیں:

شہابش آں صدف کہ چناں پرورد گہر

آباء از و مکرم و ابنا عزیز تر

اچھی ہے وہ پیہی کہ جس نے (نبی پاک ﷺ) جیسا موتی (اپنے اندر) پالا آپ ﷺ کے آباؤ اجداد بزرگی والے اور آپ ﷺ کی اولاد عزت والی ہے۔

اشرف علی تھانوی صاحب کی نشر الطیب سے جو باتیں حاصل ہوئیں۔

(۱) آپ ﷺ کا نسب یا کیزہ اور بزرگی والا ہے۔

(۲) آپ کے آباء میں جاہلیت والے عیب نہ تھے۔

(۳) آپ کے نسب میں عظمت اور شان رکھنے والے اور خیر کی طرف سہقت کرنے والے بزرگ گزرے۔

(۴) آپ ﷺ کے آباء بزرگی والے ہیں اور ان کی مثال صدف کی سی ہے اور حضور نور ہیں۔

استدلال:

اگر آزر کو ابراہیم علیہ السلام کا والد مانا جائے تو اس میں مذکورہ اوصاف حمیدہ مانے جائیں گے لیکن کافر و مشرک ہونے کی وجہ سے آزر پاک، بزرگی و عظمت والا، عیب سے پاک اور خیر کی طرف سبقت کرنے والا نہیں ہو سکتا تو نتیجہ ظاہر ہے کہ:

”آزر ابراہیم علیہ السلام کا والد نہیں ہو سکتا۔“

”آزرا براہیم علیہ السلام کا والد نہیں ہو سکتا۔“

حقیقت یہ ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے والد گرامی کا اسم گرامی حضرت تارخ تھا اور آذر ابراہیم علیہ السلام کا چچا تھا، والد نہیں اور مفسرین و مؤرخین نے بشمول تورات حضرت ابراہیم علیہ السلام کا نسب یوں بیان کیا ہے:

”حضرت ابراہیم بن تارخ (۱) بن ناخور بن ساروع (۲) بن رعوا (۳) بن فالج (۴) بن عابر بن شالح بن قینان بن ارفخشذ بن سام بن نوح علیہ السلام“ (طبری جلد نمبر ۱)

تفسیر حقانی میں یوں ہے:

”ابراہیم بن تارح بن ناخور بن ساروع بن رعوا۔۔۔۔۔ الی نوح“ (تفسیر حقانی)

پہلی سیرت کی کتاب نے بھی آپ علیہ السلام کا نسب نامہ یوں ذکر کیا ہے:

”ابراہیم بن تاریخ بن ناخور بن ساروح۔۔۔۔۔ نوح علیہ السلام“ (سیرت ابن اسحاق)

تفصیل قدرے یوں ہے:

حضرت نوح علیہ السلام کی اولاد (۱) یافت (۲) سقلاب (۳) سندر (۴) راشد (۵) نخیف (۶) جمام (۷) عمر (۸) حام پر مشتمل تھی، جناب سام کی اولاد اہور، ارم اکبر، عویلم، ذوالحاد یا ارغشد اور راوز ہے اور حضرت ذوالحاد کی اولاد میں سے جناب عابر کی اولاد (بیٹے، بیٹیاں) درج ذیل ہیں:

ایاز، ذرع، ذرار، فالغ، مومنه، مومره، فحطان

جناب فالغ یا فالخ کی اولاد میں سے دو بیٹے اور دو بیٹیاں تھیں، صادرہ، بالوئیسنیہ، راعو، ملک ان

جناب راعو کے بارہ بیٹے، بیٹیاں تھے جن میں سب سے چھوٹے بیٹے ساروع تھے، جناب ساروع کے چار بیٹے، بیٹیاں تھیں جن میں ایک بیٹے جناب ناخور تھے۔ ناخور کے آٹھ بیٹے تھے، عوض، بیقال، باعور، سیول، فہویل، ہاران، تارخ، آزر، جناب تارخ کے تین بیٹے تھے، ناخور، ابراہیم علیہ السلام، ہاران

بیقال کی اولاد سے لقمان حکیم (جن کا ذکر قرآن میں ہے) ہوئے، حضرت سیدہ سارہ (حضرت ابراہیم علیہ السلام کی زوجہ) ہاران بن ناخور کی بیٹی ہیں اور حضرت لوط علیہ السلام ہاران بن تارخ کے بیٹے بھی حضرت ابراہیم علیہ السلام کے بھتیجے ہیں۔
(ریاض الانساب، نسب رسول، خاندان نبوت، تذکرۃ الحسین)

اس تفصیل سے معلوم ہوا کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے والد گرامی تارخ تھے اور آزر آپ علیہ السلام کا چچا تھا۔ آزر کے ابراہیم علیہ السلام کا چچا ہونے پر مشہور اعتراض وارد ہوتا ہے کہ سورۃ انعام آیت نمبر ۷۳ میں ہے:

واذ قال ابراهيم لا بیه آزر اتخذ اصنا ما الهة.... الآية

”اور جب فرمایا حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنے ”اب“ آزر سے کہ کیا تو نے بتوں کو خدا بنا لیا ہے۔“

معلوم ہوا کہ آزر ابراہیم علیہ السلام کا ”اب“ ہے اور اب باپ کو کہتے ہیں لہذا ابراہیم علیہ السلام کا باپ آزر ہے نہ کہ تارخ۔

اس کا جواب یہ ہے کہ قرآن مجید میں بھی دادا، چچا اور والد سب پر لفظ اب (باپ) کا اطلاق کیا گیا ہے۔

سورۃ بقرہ آیت ۱۳۳ میں ارشاد باری تعالیٰ ہے:

ام كنتم شهداء اذ حضر يعقوب الموت اذ قال لبيه ما تعبدون من بعدى قالوا نعبد الهك

واله ابا نك ابراهيم واسماعيل واسحاق.... الآية؟

”کیا تم موجود تھے اس وقت جب یعقوب (علیہ السلام) پر موت کا وقت آیا، تب انہوں نے اپنے بیٹوں سے پوچھا کہ میرے بعد کس کی عبادت کرو گے تو بیٹے بولے کہ ہم تمہارے معبود اور تمہارے آباء ابراہیم، اسماعیل اور اسحاق کے معبود کی عبادت کریں گے۔“

یعقوب علیہ السلام حضرت اسحاق بن ابراہیم کے بیٹے ہیں اور حضرت اسماعیل علیہ السلام ان کے چچا (تایا) اور ابراہیم علیہ السلام آپ کے دادا تھے، ان سب یعنی باپ چچا، دادا پر لفظ ”اب“ کا اطلاق ہوا۔

(۲) محمد بن کعب قرظی نے اس آیت کو بطور دلیل پیش کیا اور کہا:

الحال والد والعم والد

”ماموں باپ ہے اور چچا بھی باپ ہے۔“

(۳) ترمذی میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

”عم الرجل ضو ابیه“

”آدمی کا چچا اس کے باپ کی جگہ ہوتا ہے۔“

(۴) نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عباس جو کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا تھے کو ”ابی“ میرا باپ کہہ کر پکارا اور فرمایا:

ردوا علی ابی العباس

”میرے باپ (چچا) عباس کو مجھ پر پیش کرو۔“

اس تفصیل کے بعد معلوم ہوا کہ لفظ ”اب“ کا اطلاق والد کے علاوہ چچا، دادا پر بھی ہوتا ہے، لہذا آیت مذکورہ میں لفظ ”اب“ کا معنی باپ یعنی چچا ہے نہ کہ والد۔

آزر ابراہیم علیہ السلام کا چچا تھا۔

حوالہ جات

حوالہ نمبر ۱:

امام ابن ابی حاتم حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے سند صحیح روایت فرماتے ہیں:

ان ابا ابراهيم لم یکن اسمہ آزر وانما کان اسمہ تارخ

”بے شک ابراہیم علیہ السلام کے والد گرامی کا نام آزر نہ تھا بلکہ آپ کے والد کا نام تارخ تھا۔“ (الحاوی للفتاویٰ، روح المعانی)

حوالہ نمبر ۲:

اخرج ابن ابی شیبہ وابن المنذر وابن ابی حاتم عن طرق بعضها صحيح عن مجاهد قال ليس آزر ابا ابراهيم
امام حضرت ابن ابی شیبہ، ابن منذر، ابن ابی حاتم بعض صحیح طرق کے ساتھ حضرت مجاہد رحمہ اللہ سے روایت کرتے ہیں کہ ابراہیم علیہ السلام کا
والد آزر نہیں تھا۔ (بحوالہ مسالک الحنفیہ للسیوطی)

حوالہ نمبر ۳:

امام ابن المنذر صحیح سند کے ساتھ حضرت جرج رحمہ اللہ سے روایت فرماتے ہیں کہ:
ليس آزر بابيه انما هو ابراهيم بن تارخ
”ابراہیم علیہ السلام کا والد آزر نہیں ہے بلکہ آپ علیہ السلام کے والد تارخ ہیں۔“ (بحوالہ تفسیر درمنثور للسیوطی)
حوالہ نمبر ۴:

امام ابن ابی حاتم سند صحیح کے ساتھ حضرت سدی سے روایت فرماتے ہیں:
انه قيل له اسم ابی ابراهيم آزر فقال بل اسمه تارخ
”ان سے کہا گیا کہ ابراہیم علیہ السلام کے والد کا نام آزر تھا؟ آپ نے فوراً جواب فرمایا نہیں بلکہ ان کا نام تارخ تھا۔“
وقد وجه من حيث اللغة بان العرب يطلق لفظ الاب على العم اطلاقاً شائعاً مجازاً۔ (بحوالہ الحاوی للفتاویٰ)
”آپ کی تو جیہ لغت کے اعتبار سے تھی کیونکہ عرب والے عام طور پر لفظ ”اب“ کا اطلاق مجازاً چچا کے لئے بھی کرتے ہیں۔“
۔۔۔۔۔ تو معلوم ہوا کہ آزر آپ علیہ السلام کا والد نہیں بلکہ چچا تھا۔
حوالہ نمبر ۵:

امام ابن المنذر نے اپنی تفسیر میں صحیح سند کے ساتھ سلیمان بن صرد سے روایت کی ہے کہ جب حضرت ابراہیم علیہ السلام کو آگ میں ڈالا
گیا اور آگ آپ علیہ السلام پر گلزار ہو گئی۔
”فقال عمه من اجل دفع عنه“
تو آپ کا چچا (آزر) کہنے لگا کہ یہ آگ میری وجہ سے ہی ابراہیم علیہ السلام سے مندرفع ہوئی ہے تو اللہ تعالیٰ نے آگ کی اک چنگاری کو
اس کی طرف بھیجا جو اس کے قدموں پر گری اور اسے جلا کر رکھ کر دیا۔ (الحاوی للفتاویٰ)
اس روایت میں واضح طور پر ”فقال عمه“ (پس کہا ان کے چچا نے) کے الفاظ موجود ہیں جس سے واضح ہو رہا ہے کہ آزر آپ علیہ
السلام کا چچا تھا۔
حوالہ نمبر ۶:

”وهذا القول اعنى آزر ليس ابا ابراهيم ورد عن جماعة من السلف“ (مسالک الحنفیہ للسیوطی)
(کوئی یہ نہ سمجھ لے کہ آزر ابراہیم علیہ السلام کا چچا ہونے کا اقرار کچھ لوگوں نے کیا بلکہ فرماتے ہیں کہ) اسلاف کی پوری جماعت سے
یہی منقول ہے کہ ابراہیم علیہ السلام کا والد آزر نہ تھا۔
حوالہ نمبر ۷:

”وقال الزرقانی فی شرح المواهب ان دلیل کون آزر عما ابراهيم عليه السلام ما قد صرح به الشهاب
الهیتمی بان اهل کتابین والتاریخ اجمعون آزر عم لابراهيم“۔
(مظہری جلد ۳، مواہب اللدنیہ)

”امام زرقانی مواہب اللدنیہ کی شرح میں فرماتے ہیں کہ آزر کے ابراہیم علیہ السلام کا چچا ہونے کی ایک دلیل یہ بھی ہے کہ جس کی
صراحت شہاب یحتمی نے کی ہے کہ تمام اہل کتاب اور اہل تاریخ کا اس بات پر اجماع ہے کہ آزر ابراہیم علیہ السلام کا چچا تھا۔“
حوالہ نمبر ۸:

تفسیر صاوی علی الجلالین میں ہے:

”انه كان عمه واسم ابیه تارخ“

کہ آزر ابراہیم علیہ السلام کا چچا تھا اور آپ علیہ السلام کے والد کا نام تاریخ ہے۔ (جلد ۳ صفحہ ۲۳۶)

حوالہ نمبر ۹:

امام فخر الدین رازی اسرار التنزیل (جو کہ علامہ کی زندگی کی آخری تفسیر کبیر کے بعد کی تصنیف ہے) میں لکھتے ہیں:

”واکثر هؤلاء علی ان آزر اسم لعن ابراهیم علیہ السلام“

اکثر اہل علم کا یہی قول ہے کہ آزر ابراہیم علیہ السلام کے چچا کا نام ہے۔

حوالہ نمبر ۱۰:

تفسیر روح المعانی میں علامہ محمد آلوسی فرماتے ہیں:

”والذی عول علیہ الجہم الغفیر من اهل السنة ان آزر لم یکن والد ابراهیم علیہ السلام وادعوا انہ لیس فی

آباء النبی کافر اصلاً لقولہ علیہ السلام لم ازل انتقل من اصلاّب الطاهر الی ارحام الطاهرات“

یعنی اہل سنت کے کثیر اہل علم کا اسی پر اعتقاد ہے کہ بے شک آزر ابراہیم علیہ السلام کا والد نہیں تھا، اہل سنت کے جم غفیر کی دلیل یہی ہے کہ نبی اکرم ﷺ کے آباء واجداد میں کوئی شخص ہرگز کافر نہیں ہو سکتا، کیونکہ نبی پاک ﷺ کا ارشاد ہے ”میں ہمیشہ پاک پشتوں سے پاک رحموں کی طرف منتقل ہوتا رہا“۔

یہاں پر ایک شبہ وارد ہوتا تھا کہ سرکار کے ارشاد ”طہر“ کا مطلب یہ ہے کہ آپ ﷺ کے آباء واجداد بدکاری سے پاک تھے۔ امام آلوسی اس تخصیص کا رد کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

”وتخصیص الطہارة بالطہارة من السفاح لا دلیل علیہ والعبارة لعموم اللفظ لا لخصوص السبب“

یعنی طہارت کو زنا سے پاک ہونے کے ساتھ خاص کرنا دعویٰ بغیر دلیل کے ہے اس پر کوئی دلیل نہیں ہے جو قابل اعتقاد ہو، لحاظ عموم لفظ کا ہوتا ہے نہ کہ اسباب کی خصوصیت کا۔

الفاظ کی عمومیت اس پر دلالت کر رہی ہے کہ مراد مطلق ہر طرح کی پاکیزگی ہے، کفر اور بدکاری ہر طرح سے مبرا پاک پشتوں اور پاک رحموں میں ہی حضور ﷺ منتقل ہوتے رہے۔

حوالہ نمبر ۱۱:

علامہ قاضی ثناء اللہ پانی پتی فرماتے ہیں:

”وکان آزر علی الصحیح عما لا ابراهیم والعرب یطلقون الاب علی العلم“ (مظہری جلد ۳ صفحہ ۲۷۳)

یعنی صحیح ترین تحقیق یہی ہے کہ آزر ابراہیم علیہ السلام کا چچا تھا اور اہل عرب لفظ ”اب“ کا اطلاق چچا پر بھی کرتے ہیں۔ دوسری جگہ فرماتے ہیں:

”ای آزر سماء اللہ ابا لکونہ عما ومربیا لہ“ (تفسیر مظہری جلد ۲)

یعنی آزر کو اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم کا ”اب“ قرار دیا کیونکہ وہ آپ کا چچا تھا اور اسی نے آپ کی پرورش کی تھی۔

حوالہ نمبر ۱۲:

تفسیر المیزان میں ہے:

”ان اباہ النبی کانوا جمیعاً موحدین غیر مشرکین“

کہ بے شک نبی اکرم ﷺ کے تمام آباء موحد تھے مشرک نہ تھے تو یقیناً پھر آزر حضرت ابراہیم علیہ السلام کا والد نہیں بلکہ چچا ہے۔

حوالہ نمبر ۱۳:

امام فخر الدین رازی رحمہ اللہ الباری تفسیر کبیر میں لکھتے ہیں:

”ان والد ابراهیم کان قارخ و آزر کان عما لہ والعم قد یطلق علیہ اسم الاب“ (تفسیر کبیر جلد نمبر ۷)

حضرت ابراہیم علیہ السلام کے والد گرامی تاریخ تھے اور آزر آپ کا چچا تھا اور کبھی کبھی چچا پر بھی لفظ ”اب“ کا اطلاق ہوتا ہے۔

حوالہ نمبر ۱۴:

دیوبندی حضرات کے مفتی پاکستان اشرف علی تھانوی صاحب کے شاگرد مفتی محمد شفیع صاحب ان تفاسیر کی توثیق کرتے ہوئے رقمطراز ہیں:

امام رازی اور علماء سلف میں سے ایک (پوری) جماعت کا کہنا یہ ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے والد کا نام تاریخ اور چچا کا نام آزر ہے۔ ان کا چچا آزر نمرود کی وزارت (ملنے) کے بعد شرک میں مبتلا ہو گیا اور چچا کو باپ کہنا عربی محاورات میں عام ہے اسی محاورہ کے تحت آیت میں آزر کو حضرت ابراہیم علیہ السلام کا باپ فرمایا گیا ہے اور زرقانی نے شرح مواہب میں اس کے کئی شواہد بھی نقل کئے ہیں۔

(معارف القرآن مفتی محمد شفیع صاحب دیوبندی جلد نمبر ۳ ص ۷۹)

آزر کے ابراہیم علیہ السلام کے چچا ہونے پر شاندار دلیل:

محمد بن کعب، قتادہ، مجاہد اور حسن (تابعین) وغیرہم سے مروی ہے کہ:

”قالوا كان يدعو في حياته فلما مات على شر كه تبرأ منه“

کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام آزر کے لئے اس کی زندگی میں دعا کرتے رہے جب وہ حالت شرک میں مر گیا اور آپ پر واضح ہو گیا کہ یہ شرک مرا ہے آپ نے اس سے بیزاری کا اظہار فرمایا۔

اللہ تعالیٰ نے اس واقعہ کی حکایت سورہ توبہ میں کی ہے۔ ارشاد خداوندی ہے:

”وما كان استغفار ابراهيم لا يبه الا عن موعده وعدها اياه فلما تبين له انه عدو الله تبرأ منه“ (سورہ توبہ آیت ۱۱۴)

اور ابراہیم علیہ السلام کا اپنے باپ، (چچا) کی بخشش چاہنا ایک وعدے کی بناء پر تھا کہ جو انہوں نے اس سے کیا تھا پھر جب ابراہیم علیہ السلام پر واضح ہو گیا کہ وہ (آزر) اللہ کا دشمن ہے تو اس سے تعلق توڑ دیا۔

آزر نے حضرت ابراہیم علیہ السلام سے ایمان لانے کا وعدہ کیا تھا اور حضرت ابراہیم نے آزر سے وعدہ کر لیا کہ میں اپنے رب سے تیرے لئے بخشش چاہوں گا۔ جب آپ کو آگ میں ڈالا گیا اور آگ آپ پر گلزار ہو گئی تو اس نے حضرت ابراہیم علیہ السلام سے کہا کہ میری وجہ سے یہ آگ تجھ سے مندرفع ہوئی تو اچانک آگ کی ایک چنگاری آگئی اور اس (آزر) کو جلا کر رکھ کر ڈالا۔

”ثم هاجر ابراهيم عقب واقع النار الى الشام“ ”آگ کے واقعہ کے بعد حضرت ابراہیم علیہ السلام نے شام کی طرف ہجرت فرمائی۔“

ابن سعد نے طبقات میں کلبی سے روایت کیا ہے کہ جب آپ نے ہجرت فرمائی تو ”وهو يومئذ ابن سبع وثلاثين سنة“ کہ جب آپ علیہ السلام نے ہجرت فرمائی اور آگ کا واقعہ پیش آیا تو اس وقت حضرت ابراہیم علیہ السلام کی عمر پاک ۳۷ برس تھی۔ آپ وہاں سے اردن گئے، پھر مصر آئے، پھر شام آئے اور ایلیم اور فلسطین کے درمیان ٹھہرے۔ پھر ملہ تشریف لے گئے اور وہاں پر حضرت اسماعیل علیہ السلام کی ولادت باسعادت ہوئی، پھر وہاں سے آپ کو حکم ہوا کہ مکہ جاؤ۔ ابن سعد نے واقعہ کی روایت کیا ہے کہ:

”ولد لا ابراهيم اسماعيل وهو ابن تسعين سنة“

”کہ جب حضرت اسماعیل کی ولادت ہوئی تو اس وقت حضرت ابراہیم علیہ السلام کی عمر نوے برس تھی۔“

قاضی سلیمان منصور پوری ”رحمۃ للعالمین“ جلد ۳ میں لکھتے ہیں کہ:

اس وقت آپ کی عمر اسی (۸۰) برس تھی۔

ان دور روایتوں سے معلوم ہوا کہ جب آپ کو آگ میں ڈالا گیا تو اس وقت آپ کی عمر پاک ۳۷ برس تھی اور اسی وقت آزر حالت شرک میں مر گیا اور اس وقت قرآن کے مطابق آپ نے اس سے بیزاری کا اظہار فرمایا اور اس کے لئے بخشش کی دعا کرنا ترک فرما دیا، پھر ۵۷ یا ۵۸ سال کے بعد اللہ نے آپ کو ایک پیارا سا بیٹا اسماعیل علیہ السلام دیا، آپ اللہ کے حکم کے مطابق اپنے بیٹے کو مکہ لے کر گئے اور حضرت ہاجرہ اور حضرت اسماعیل کو وہاں پر چھوڑا اور وہاں ۹۰ برس کی عمر میں کچھ دعائیں کہیں ان میں ایک دعایہ بھی تھی:

”رب اجعلني مقيم الصلوة ومن ذريتي ربنا وتقبل دعانا ربنا اغفر لي ولوالدي وللمؤمنين يوم يقوم الحساب“

(سورہ ابراہیم، آیت ۴۰)

”اے میرے رب مجھے اور میری اولاد کو نماز قائم کرنے والا بنادے اور میری دعا کو قبول فرما اے ہمارے رب مجھے اور میرے والدین اور دیگر ایمان والوں کو قیامت کے دن بخشا۔“

سورہ توبہ میں ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ:

”ربنا اغفر لي ولوالدي“

آزر کے لئے ابراہیم علیہ السلام نے دعا کرنا ترک کر دیا تھا، پھر ۵۷ برس کے بعد ”ولو الدی“ کہہ کر کس کے لئے دعا فرما رہے ہیں؟ آیت کا لفظ ”ولو الدی“ (اور میرے والدین کے لئے) بتا رہا ہے کہ یہ دعا ”اب“ چچا کے لئے نہیں والد کے لئے ہے اور بخشش کی دعا تب ہی کی کہ وہ مومن ہیں۔

لہذا معلوم ہوا کہ آزر ابراہیم علیہ السلام کا چچا ہے والد نہیں ہے آپ کے والد مومن تھے اور آپ کی والدہ بھی مومنہ تھیں۔ علامہ ثناء اللہ پانی پتی فرماتے ہیں ”انہا کانت مومنۃ“ کہ آپ کی والدہ مومنہ تھیں اور آگے فرماتے ہیں۔ ”فامہات الانبیاء الذین من بنی اسرائیل کلہن مومنات“ (تفسیر مظہری جلد ۳ صفحہ ۲۷۰) پس بنی اسرائیل کے انبیاء کی مائیں بھی سب مومنہ تھیں۔

اس تحقیق کے بعد بھی اگر کوئی شخص نہ مانے تو اتنا ہی عرض ہے ”وما علینا الا البلیغ“

سوال:

اگر آزر کو ابراہیم علیہ السلام کا والد مانا جائے تو کیا خرابی ہے اس طرح قرآن کے قول ”لابیہ“ کے حقیقی معنی پر عمل ہو جائے گا؟

جواب: آزر کو ابراہیم علیہ السلام کا والد کہنے کی صورت میں مذکورہ اور علاوہ ازیں ان تمام روایات کا انکار لازم آئے گا جن میں نبی اکرم ﷺ کے نسب پاک کی طہارت ثابت ہے اور قرآن مجید کی آیت ”وتقلبک فی الساجدین“ سے بھی تعارض لازم آئے گا اور تیسرا یہ کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کو کافر کا بیٹا ماننا پڑے گا اور یوں ان گستاخوں کے لئے بھی راستہ کھلتا ہے کہ جو نبی اکرم ﷺ کے والدین کو معاذ اللہ کافر کہتے ہیں اور ان کے پاس بھی سب سے بڑی دلیل یہی ہے کہ اگر اولوالعزم پیغمبر جناب ابراہیم علیہ السلام کا باپ آزر کافر ہو سکتا ہے تو عبد اللہ کیوں نہیں، لہذا جب احادیث کثیرہ اور دلائل باہرہ اس پر موجود ہیں کہ آزر ابراہیم کا چچا ہے تو قرآن مجید کے حقیقی معنی سے مجازی معنی کی طرف لوٹیں گے تاکہ احادیث و قرآن دونوں پر عمل ہو اور تطبیق دیتے ہوئے کہیں گے۔

قرآن میں ”لابیہ آزر“ میں ”اب“ سے مراد چچا ہے اور آزر ابراہیم علیہ السلام کا چچا ہے اور کافر و مشرک ہے اور تاریخ جناب ابراہیم علیہ السلام کے والد ہیں جو کہ موحد و مومن تھے، آزر کو چچا مان کر مذکورہ سہولیات حاصل ہو سکتی ہیں آزر کو ابراہیم علیہ السلام کا والد کہہ کر کیا حاصل ہوتا ہے؟

اس مسئلہ پر انک سے علماء دیوبند کے ”خادم“ عاصم شاہ صاحب نے ۷۱ صفحات پر مشتمل ایک تحریر فقیر کی طرف بھیجی ہے جس کو پڑھ کے جناب کی تہی دماغی پر ترس آتا ہے۔ دراصل یہ تمام تحریر فقیر کی ایک آڈیو بیان پر تھی جس میں اگرچہ صرف حضرت ابراہیم علیہ السلام کی سیرت کا بیان مقصود تھا ساتھ ہی ضمنیہ بھی بیان ہوا کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے والد کا نام آزر نہیں تاریخ ہے اور اس پر میں نے تفسیر حنفی اور جلالین کا حوالہ دیا کہ جس کے حاشیے پر یہ تصریح موجود ہے کہ جلالین میں صاحب کتاب فرماتے ہیں ”هو لقبه واسمه تاریخ“ کہ آزر ابراہیم علیہ السلام کے والد کا لقب ہے اور اس کا نام تاریخ ہے اس پر ”بندہ ناچیز عاصم شاہ صاحب“ نے میری طرف لکھا ہے کہ حوالہ غلط ہے اور جلالین کے حاشیہ نمبر ۱۳ کا ترجمہ کر کے اور عبارت نقل کر کے بزعم خود کمال دکھاتے ہوئے یہ کہہ دیا کہ آزر ابراہیم علیہ السلام کا والد ہے حالانکہ انہیں یہ معلوم ہی نہیں کہ حاشیہ نمبر ۱۳ میں محشی یہ عبارت بھی نقل کر رہا ہے:

”وفیه ایضا آزر اسم عم ابراہیم واسم ابیہ تاریخ انتھی وهذا هو الذی ذکرہ الشیخ والمفسر فی بعض رسائلہ المعنی لہ فی اثبات ایمان اباء النبی ﷺ“

”یعنی اس میں یہ قول بھی ہے کہ آزر ابراہیم علیہ السلام کے چچا کا نام ہے اور آپ کے والد گرامی کا نام تاریخ ہے، اس قول کی نسبت محشی بیان کرتے ہوئے کہتا ہے کہ یہ قول شیخ مفسر امام سیوطی کا ہے کہ جنہوں نے سرکار کے آباء و اجداد کے مومن ہونے کو ثابت کرنے میں کچھ رسائل بھی لکھے ہیں۔“

معارض صاحب نے آزر کو ابراہیم علیہ السلام کا والد ثابت کرنے کے لئے جلالین کا حوالہ نقل کیا اور حاشیہ نے ہی بتا دیا کہ امام سیوطی آزر کو ابراہیم علیہ السلام کا چچا کہتے ہیں تو ایک ہی شخص کے لئے دو قول ”هو لقبه واسمه تاریخ وان آزر عم ابراہیم“ کا اثبات ہوا یعنی امام سیوطی ایک طرف تو آزر کو ابراہیم علیہ السلام کا چچا کہہ رہے ہیں اور دوسری طرف کہہ رہے ہیں کہ آزر ابراہیم علیہ السلام کے والد کا لقب ہے تو آپ کے دو اقوال میں تعارض آیا اور ہر دو کا احتمال تو ”اذا جاء الاحتمال بطل الاستدلال“ جب احتمال آئے تو استدلال باطل ہو جاتا ہے لہذا معترض کا استدلال باطل ہوا لیکن ہم اس کی یہ تاویل کرتے ہیں۔

کہ تفسیر جلالین امام سیوطی کی ابتدائی تصنیف ہے جو کہ آدھی آپ نے لکھی ہے اور آدھی امام جلال الدین مہلی نے اور اس کے بعد آپ کی تصنیف درمنثور ہے اور آخری عمر کی تصنیف مسالک الحفء ہے کہ جس میں آپ نے بہت سے دلائل سے ثابت کیا کہ آزر ابراہیم علیہ السلام کا چچا ہے لہذا آپ کا اس سے رجوع ثابت ہوا۔

اعتراض نمبر ۱:

اس بات کا حوالہ دیں کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام اور بچوں کی بنسبت جلدی بڑھتے تھے اور بچے جتنا ایک سال میں بڑھتے تھے حضرت ابراہیم علیہ السلام ایک ماہ میں بڑھتے تھے۔

جواب: یہ بات تفسیر ”روح البیان“ سورہ انعام زیر آیت: ۷۳ میں موجود ہے اعتراض ناقل پر نہیں ہو سکتا۔
اعتراض نمبر ۲:

نمرود کی عدالت میں جو جاتا پہلے اس کو سجدہ کرتا اگر آپ علیہ السلام کا والد سجدہ نہ کرتا تو نمرود اسے تکلیف دیتا۔
جواب:

یہ ضروری نہیں کیونکہ حضرت موسیٰ علیہ السلام جوان ہونے تک فرعون کے دربار میں رہے تو کیا آپ فرعون کو سجدہ کرتے رہے؟ اگر آپ ۲۰۔ برس تک فرعون کے دربار میں رہتے ہوئے محفوظ رہ سکتے ہیں تو حضرت ابراہیم علیہ السلام کے والد بھی محفوظ رہ سکتے ہیں۔
اعتراض نمبر ۳:

آپ (حنیف قریشی) نے کہا ہے کہ ابراہیم علیہ السلام جب سات برس کے ہوئے تو ماں سے پوچھا کہ میرا مربی کون ہے تو ماں نے جواب دیا کہ میں ہوں پھر پوچھا کہ تیرا مربی کون ہے تو کہا تیرا باپ ہے پھر پوچھا میرے باپ کا مربی کون تو کہا کہ اس کو پالنے والا نمرود تو اس سے ثابت ہوا کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے والدین کافر تھے کیونکہ اگر مسلمان ہوتے کہتے تیرا میرا سب کا مربی اللہ ہے۔

جواب: مربی پالنے والے کو کہتے ہیں اور حقیقی رب اللہ تعالیٰ ہے اور مجازی ہر وہ شخص کہ جو روزی وغیرہ کا ذریعہ ہوتا ہے آپ کی والدہ کا کلام بطریق مجاز تھا جس طرح حضرت یوسف علیہ السلام نے فرمایا تھا کہ جب زلیخا نے دروازے بند کئے اور جناب یوسف کو دعوت گناہ دی تو

”قال معاذ للہ انہ ربی احسن مثوای“ (یوسف: ۲۳)

حضرت یوسف بولے اللہ کی پناہ وہ عزیز مصر تو میرا رب ”پالنے والا“ ہے اور اس نے مجھے اچھی طرح رکھا۔
تو اب کیا خیال ہے بندہ ناچیز صاحب خادم دیوبند کا حضرت یوسف کے متعلق؟ کیا یہ کہہ کر کہیں وہ بھی تو توحید سے ہاتھ نہیں دھو بیٹھے۔
افسوس کہ کسی ادب سکھانے والے استاد کے سامنے زانوئے تلمذ طے کئے ہوتے تو اپنی جہالت کا مظاہرہ نہ فرماتے۔ اپنی تشفی کے لئے محمود الحسن کے مرثیہ کو ہی پڑھیں، آپ کے جد اعلیٰ رشید احمد گنگوہی کو شیخ الہند خراج عقیدت پیش کرتے ہوئے لکھتے ہیں:
”خدا ان (رشید احمد گنگوہی) کا مربی ہے وہ مربی تھے خلاق کے“ (مرثیہ محمود الحسن)

کیا یہ کہہ کر محمود الحسن دیوبندی مشرک نہ ہوئے کہ جو رشید احمد گنگوہی کو رب کہہ رہے ہیں؟ اگر یہ مشرک نہیں تو جناب ابراہیم علیہ السلام کے والدین بھی مشرک نہیں۔

اعتراض نمبر ۴:

جو حدیث پیش کی ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا کہ میرے نسب میں کوئی ناپاک نہیں گزرا اس کا حوالہ دو۔

جواب:

گذشتہ صفحات میں یہ روایت بمع حوالہ جات گزر چکی ہے۔

اعتراض نمبر ۵:

فتنہ بریلویت تو ۱۸۵۶ء کے بعد کی پیدائش ہے اس سے پہلے جتنے علماء ولی گزرے ہیں یہ سب ہمارے آدمی تھے ان کا جو عقیدہ تھا وہی علماء دیوبند کا عقیدہ ہے بزرگوں میں شیخ عبدالقادر جیلانی، داتا گلی، جویری، سلطان باہو، پیر مہر علی شاہ یہ سب ہمارے بزرگ ہیں۔

جواب:

کاش کہ آپ کا عقیدہ ان بزرگوں والا ہوتا اگر علماء دیوبند کا عقیدہ ان بزرگوں والا ہوتا تو پھر اختلاف کس بات کا، شیخ عبدالقادر جیلانی،

علی ہجویری، سلطان باہو، پیر مہر علی شاہ گولڑوی رحمہم اللہ تعالیٰ یہ تمام اولیاء تو نبی ﷺ کو حاضر و ناظر ماننے والے تھے، یا رسول اللہ کہنے والے تھے، ولیوں کے تصرفات کے قائل تھے، نبی ﷺ کے عطائی علم غیب کلی کے قائل تھے، نبی پاک ﷺ کو مختار مانتے تھے، امام حسین کو امام برحق اور یزید کو پلید جانتے تھے۔ یہ حضرات محرم میں امام پاک کی محبت میں محافل منعقد کرتے، میلاد النبی ﷺ پر خوشیاں مناتے، پیر مہر علی شاہ اور سلطان باہو گیارہویں کی محافل منعقد کرتے تھے۔ کیا آپ کے عقائد اور معمولات بھی ان جیسے ہیں؟ ذرا اپنے اکابرین دیوبند کے عقائد اور معمولات پر نظر ڈالئے:

- (۱) نبی کو حاضر و ناظر کہنے والا کافر ہے۔
- (فتاویٰ رشیدیہ، مصنفہ رشید احمد گنگوہی دیوبندی)
- (۲) نبی کو مختار، متصرف ماننے والا ابو جہل سے برا ہے۔
- (تقویۃ الایمان مصنفہ شاہ اسماعیل دہلوی، جواہر القرآن، فتاویٰ رشیدیہ)
- (۳) یا رسول اللہ کہنے والا کافر ہے۔ (فتاویٰ رشیدیہ صفحہ ۶۲)
- (۴) جو شخص یہ کہے کہ نبی غیب جانتا ہے وہ مشرک و کافر ہے۔ (فتاویٰ رشیدیہ)
- (۵) یزید خلیفہ برحق تھا اور امام حسین نے اس کے خلاف بغاوت کی۔
- (۶) امیر المومنین یزید رحمہ اللہ

- (خلافت معاویہ و یزید جس پر 50 سے زائد دیوبندی اکابرین کی تصدیقات ہیں۔ ”عرب کا شجاع“ مصنفہ فاضل دارالعلوم بنوری ٹاؤن کراچی)
- (۷) گیارہویں کی روٹی، حلوہ، چاول خنزیر سے بھی برا ہے۔ (جواہر القرآن از غلام خان مماتی دیوبندی)
- (۸) محفل میلاد النبی ﷺ کا انعقاد بدعت ہے۔ (فتاویٰ رشیدیہ صفحہ ۱۱۵)
- (۹) حضور ﷺ کے والد کفر کی حالت میں فوت ہوئے۔ (فتاویٰ رشیدیہ صفحہ ۱۰۴)
- (۱۰) رحمۃ اللعالمین نبی پاک ہی نہیں بلکہ دیگر انبیاء و اولیاء اور علماء ربانین (علماء دیوبند) بھی رحمۃ اللعالمین ہیں۔

- (فتاویٰ رشیدیہ صفحہ ۱۰۴)
- (۱۱) صحابہ کی بے ادبی کرنا گناہ ہے، کفر نہیں۔ (فتاویٰ رشیدیہ صفحہ ۱۰۹)
- (۱۲) حضرت آدم علیہ السلام سے گناہ کبیرہ سرزد ہوا۔ (فتاویٰ رشیدیہ صفحہ ۵۰)
- معارض صاحب ”بغل میں چھری منہ میں رام رام، گدھے پر شیر کی کھال ڈالنے سے گدھا شیر نہیں بن جاتا“ آئیے! دیوبند کی تاریخ دیکھئے، دارالعلوم دیوبند کو معرض وجود میں آئے ڈیڑھ صدی گزر رہی ہے۔

- اسی لئے گزشتہ ایام میں ڈیڑھ سو سالہ جشن دارالعلوم دیوبند منایا گیا۔ وہ الگ بات ہے کہ جشن میلاد النبی ﷺ دیوبندیوں کے نزدیک بدعت ہے۔ کیا اب بھی آپ کو اپنی عمر کا اندازہ نہ ہوا؟ آپ کے بقول فتنہ بریلویت 1857ء کی پیدائش ہے تو اپنا کیا خیال ہے۔
- بریلویت کسی نئے مذہب کا نام نہیں یہ تو ایک نسب ہے جو عاشق رسول امام احمد رضا فاضل بریلوی رحمہ اللہ تعالیٰ کی دینی خدمات کے حوالے سے عاشقوں نے قائم کی ہے وگرنہ ہمارا مذہب نیا نہیں ہم اہل سنت و جماعت ہیں۔ دیوبندی، وہابی، نجدی نہیں اور بریلوی کی نسبت اسی طرح ہے جس طرح چشتی، گولڑوی، اجیری وگرنہ ہر یا رسول اللہ کہنے والا سنی ہے۔

آئیے اپنے نئے مذہب کے وہ گندے عقیدے دیکھئے جنہیں لکھتے ہوئے میرا قلم کانپ رہا ہے لیکن نقل کفر کفر نباشد۔
دیوبندی عقائد:

- (۱) نبی (پاک) مرکز مٹی میں مل گئے ہیں۔
- (تقویۃ الایمان از شاہ اسماعیل دہلوی امام الوہاب یہ صفحہ ۴۵)
- (۲) جیسا علم نبی پاک کا ہے ایسا تو جانوروں کو بھی حاصل ہے۔ (حفظ الایمان، اشرف علی تھانوی صفحہ ۱۰، ۱۱)
- (۳) نماز میں نبی کا خیال گدھے کے خیال سے برا ہے۔ (صراط مستقیم، از شاہ اسماعیل دہلوی صفحہ ۱۳۶)
- (۴) تمام انبیاء و اولیاء اس کے حضور ذرہ ناچیز سے بھی کم تر ہیں۔ (تقویۃ الایمان صفحہ ۴۲)
- (۵) ہر مخلوق بڑا ہوا چھوٹا اللہ کے آگے چہمار سے بھی زیادہ ذلیل ہے۔ (تقویۃ الایمان صفحہ ۱۱)
- (۶) جس کا نام محمد علی ہے اسے کسی چیز کا اختیار نہیں۔ (تقویۃ الایمان)

۷) اللہ تعالیٰ جھوٹ بولنے پر قادر ہے۔ (فتاویٰ رشیدیہ، براہین قاطعہ از ضلیل احمد انیسٹھوی صفحہ ۶)

۸) شیطان حضرت ابو بکر و حضرت عمر کی صورت میں آ سکتا ہے۔

(افاضات یومیہ، ج ۶ صفحہ ۱۳۷ از اشرف علی تھانوی)

۹) ہم نے خواب میں دیکھا حضرت فاطمہ نے ہمیں سینے سے لگا لیا۔ (افاضات یومیہ اشرف علی تھانوی جلد ۲ صفحہ ۳۷)

۱۰) حضور اکرم ﷺ نے اردو زبان دارالعلوم دیوبند میں سیکھی۔ (براہین قاطعہ صفحہ ۳۰)

۱۱) میں نے نبی پاک کو پل صراط سے گزرتے دیکھا تو انہیں گرنے سے بچا لیا۔

(بلغۃ الحیر ان مصنفہ حسین علی واں پھر اں استاد غلام اللہ خان آف راولپنڈی)

۱۲) جب بندہ کوئی کام کر لیتا ہے اس کے بعد اللہ کو پتہ چلتا ہے کہ بندے نے کیا کیا ہے (بلغۃ الحیر ان)

۱۳) حضور اکرم ﷺ بحیثیت بشریت تمام بنی نوع انسان کے برابر ہیں۔ (فتاویٰ رشیدیہ)

۱۴) نبی علیہ السلام کے علم سے شیطان کا علم زیادہ ہے۔ (براہین قاطعہ صفحہ ۵۵)

یہ چند تحریریں بطور نمونہ ہیں وگرنہ عقیدہ علماء دیوبند میں اتنی گندگی ہے کہ جس کے تعفن سے ہزاروں لوگوں کا دم گھٹ رہا ہے۔ کیا خادم علماء دیوبند میں جرأت ہے کہ ان عقائد کا اپنے علماء کی کتابوں میں موجودگی کا انکار کر سکیں؟

اعتراض:

”احمد رضا خان کی پیدائش 1856ء میں ہوئی اس نے ساری زندگی انگریز کی غلامی میں گزاری۔

جواب: افسوس خادم صاحب آپ یہ لکھتے ہوئے کسی کتاب کا حوالہ تو دے دیتے لیکن یہ آپ کا قصور نہیں جن کے آپ خادم ہیں ان کی پرانی ریت ہے اور فاروقی صاحب کی کیسٹ کے علاوہ آپ کو کہیں اور یہ حوالہ نہ ملے گا آئیے! میں ثابت کرتا ہوں کہ انگریز کے غلام تو علماء دیوبند ہیں۔ تذکرۃ الرشید ص: ۴۷ پر انگریز دوستی کا نمونہ اپنے ہی امام کے سوانح نگار سے سنئے:

”ایک مرتبہ ایسا بھی اتفاق ہوا کہ حضرت امام ربانی رشید احمد گنگوہی اپنے رفیق جانی مولانا قاسم العلوم اور طبیب روحانی اعلیٰ حضرت حاجی صاحب و نیز حافظ ضامن صاحب کے ہمراہ تھے کہ بندو قچیوں سے مقابلہ ہو گیا یہ برد آ زما دلیر جتھا اپنی سرکار کے باغیوں کے سامنے سے بھاگنے یا ہٹ جانے والا نہ تھا اس لئے اٹل پہاڑ کی طرح پڑا جما کر ڈنار ہا اور سرکار پر جان نثاری کے لئے تیار ہو گیا۔ اللہ رے شجاعت و جوانمردی کہ جس ہولناک منظر سے شیر کا پتہ پانی اور بہادر سے بہادر کا زہرہ آب ہو جائے وہاں چند فقیر ہاتھوں میں تلواریں لئے جم غفیر بندو قچیوں کے سامنے ایسے جے رہے گویا زمین نے پاؤں پکڑ لئے، چنانچہ آپ پر فیریں ہوئیں اور حضرت حافظ ضامن صاحب زیر ناف گولی کھا کر شہید ہوئے (صفحہ ۷۴، ۷۵)۔

ذرا غور کیجئے! کہ آپ کے رشید احمد گنگوہی، قاسم العلوم قاسم نانوتوی اور حاجی صاحب یہ تمام لوگ انگریز سرکار کے اتنے حمایتی تھے کہ تحریک آزادی کے مجاہدوں کے ساتھ لڑنے مڑنے کے لئے تیار ہو گئے اور اپنی انگریز سرکار پر جان نثار کردی اور ضامن صاحب ”شہید انگریز ہو گئے“۔ سبحان اللہ (آپ کے اکابرین میں ایسے اور بھی کئی شہید ہیں) اب فیصلہ خود کریں کہ انگریز کا غلام کون تھا؟ علاوہ ازیں تذکرۃ الرشید کا ص ۷۳ بھی پڑھئے۔ سوانح نگار لکھتا ہے:

”1859ء وہ سال تھا جس میں حضرت امام ربانی (رشید احمد گنگوہی) پر اپنی سرکار سے باغی ہونے کا الزام لگایا گیا اور مفسدوں میں شریک ہونے کی تہمت باندھی گئی“ (صفحہ ۷۳)۔

یعنی امام رشید احمد گنگوہی صاحب انگریز کے پکے وفادار اور ایجنٹ تھے اور ان پر الزام لگا اور مجاہدوں کو مفسد قرار دیا اور بتا دیا کہ وہ ان مجاہدوں کے ساتھ شامل نہ تھے بلکہ انگریز کے وفادار تھے۔

آگے چل کر لکھتے ہیں:

”جن کے سروں پر موت کھیل رہی تھی انہوں نے (ایسٹ انڈیا) کمپنی کے امن و عافیت کے زمانہ کو قدر کی نظر سے نہ دیکھا اور اپنی رحم دل گورنمنٹ کے سامنے بغاوت کا علم قائم کیا، فوجیں باغی ہوئیں، حاکم کی نافرمان بنیں، قتل و قتال کا بند باز رکھوا اور جوانمردی کے غرہ میں اپنے پیروں پر خود کلباڑیاں ماریں۔“

جناب خادم صاحب غور فرمائیے کہ رحم دل انگریز گورنمنٹ کا وفادار کون ہے اور ایسٹ انڈیا نے کسے عافیت بخشی؟ اور انگریزوں کے

خلاف جہاد کو بغاوت کا نام کون دے رہا ہے؟ ایسا کیوں نہ ہو آخر علماء دیوبند تو انگریز کے تنخواہ دار ملازم رہے ہیں۔

مکالمۃ الصدرین مصنفہ مولوی شبیر احمد عثمانی ص ۶ پر ہے:

”تھانوی صاحب کو انگریز سرکار سے چھ روپیہ ماہانہ وظیفہ ملتا تھا۔“ (ایضاً، افاضات یومیہ جلد ۶)

اور یہ آپ ہی کے علماء کی انگریز دوستی تھی کہ عطاء اللہ شاہ امیر شریعت آف دیوبند نے کہا:

”ہم پاکستان کو پلیدستان سمجھتے ہیں۔“ (خطبات احرار ص: ۹۹)

جب مسلمانان برصغیر کانگریس کے مکروفریب سے جنگ آ کر مسلم لیگ کا جھنڈا اٹھا رہے تھے تو دیوبند کے علماء کی طرف سے فتوے آرہے تھے:

”جو لوگ مسلم لیگ کو ووٹ دیں گے وہ سؤر ہیں اور سؤر کھانے والے“ (چمنستان ظفر علی خان ص ۱۶۵)

اور پھر حامیان امیر شریعت علماء دیوبند کا یہ ارشاد بھی دیکھئے کہ جو قائد اعظم محمد علی جناح رحمۃ اللہ علیہ کو کافر اعظم کہتے ہیں۔

یہ قائد اعظم ہے یا کافر اعظم (حیات محمد علی جناح صفحہ ۱۳۱)۔

یہی وہ ہے کہ آج تک کوئی دیوبندی عالم قائد اعظم رحمۃ اللہ علیہ کی قبر پر چادر چڑھانے کے لئے نہیں گیا اور دوسری طرف اسماعیل دیلوی

صاحب نے فرمایا انگریزوں کے عہد میں مسلمانوں کو کچھ اذیت نہیں پہنچی اور چونکہ ہم انگریزوں کی رعایا ہیں اپنے مذہب کی رو سے یہ بات

فرض ہے کہ انگریزوں پر جہاد کرنے میں ہم کبھی شریک نہ ہوں۔ (مذاہب الاسلام ص ۶۶۰)۔

اس کی وجہ یہ تھی کہ اس وقت سنی علماء انگریز کے خلاف جہاد میں شریک تھے۔ امام احمد رضا خان کے والد مولانا تقی علی خان کی مسجد مجاہدین

کا مرکز تھا اور ۱۸۵۷ء کی جنگ آزادی میں مفتی عنایت احمد کا کوروی جنرل بخت خان کی فوج میں سالار کی حیثیت سے لڑے۔

(تذکرہ کالان رام پور ص: ۱۱۲)

اور اسی پاداش میں جزیرہ انڈمان میں قید کئے گئے۔ انہی کے قافلہ میں مولانا فیض احمد بدایونی، شہید حریت مفتی رسول بخش کا کوروی،

مولانا وہاب الدین، مولانا معین الدین اجمیری جیسے لوگ انگریز کے خلاف جہاد کر رہے تھے اور دیوبند کا کردار کسی سے ڈھکا چھپا نہیں۔

قائد اعظم کو کافر اعظم کہنے والے کانگریسی ملایہ کہہ رہے تھے:

”دس ہزار محمد علی جناح نہرو کی جوتی کی نوک پر قربان کئے جاسکتے ہیں۔“ (چمنستان ظفر علی خان ص ۱۶۵)

اور پھر دیوبند کے اکابر تو ہندوؤں سے اس قدر قربت رکھتے تھے کہ مولوی محمود الحسن صاحب دیوبندی ہندو مسلم اتحاد کا نعرہ لگا کر ہندوؤں کی

ارتھی کو کندھا تک دینے لگ گئے اور جنے کے نعرے اور پیشانی پر نقشہ تک لگانا شروع کر دیا (افاضات یومیہ ج ۶ ص ۲۵۵ جلد ۴ ص ۷۷)۔

اپنی کتاب کے صفحہ ۵۷۵ پر فتویٰ دیتے ہیں کہ ہندوؤں کی پوڑیاں، ہولی اور دیوالی کا حلوہ کھانا اور کھیلیں جو ہندو بطور تحفہ دیں وہ لینا اور

کھانا درست ہے اور ص: ۵۷۶ پر آپ سے سوال ہوتا ہے کہ ہندو جو پیلاؤ (سبیل) پانی کو لگاتے ہیں سودی روپیہ صرف کر کے مسلمانوں کو اس

کا پانی پینا درست ہے یا نہیں؟ اس کا جواب دیتے ہیں۔

”اس پیلاؤ (سبیل) سے پانی پینا مضائقہ نہیں۔“

آپ کے علماء کی یہی ہندو محبت تھی کہ دارالعلوم دیوبند کے صد سالہ جشن کے موقع پر اندرا گاندھی منبر رسول پر ساڑھی پہنے ہوئے بیٹھی اور

ساڑھی والے علمائے دیوبند نیچے اس کے چرنوں میں بیٹھے رہے۔ ان گاندھی کے چیلوں کی محبت ہی تھی کہ دو قومی نظریے کے خلاف جب

”ملت از وطن است“ کا نعرہ حسین احمد مدنی دیوبندی صاحب نے لگایا تو علامہ اقبال نے خوبصورت پیرائے میں جواب دیا، ملاحظہ ہو دیوان

اقبال کی رباعی ص: ۴۹ پر ہے:

عجم ہنوز نداند رموز دیں ورنہ

زدیوبند حسین احمد ایں چہ بواجبی است

سرود بر سر منبر کہ ملت از وطن است

چہ بے خبر زمقام محمد عربی است

بمصطفیٰ برساں خویش را کہ دیں ہمہ است

اگر بہ او نرسیدی تمام بولہبی است

یعنی عجم نے ابھی تک دین کے رموز نہیں جانے ورنہ دیوبند کے حسین احمد مدنی کی یہ کیا بے وقوفی ہے کہ منبر پر (ناج) کر کہتا ہے کہ ملت

وطن سے ہے یہ نبی پاک ﷺ کے مقام سے کتنا بے خبر ہے، اپنے آپ کو نبی پاک ﷺ تک پہنچا کہ دین دراصل یہی ہے اگر تو ان تک نہ پہنچا تو مکمل بولہبی ہے۔

جناب خادم صاحب اختصار پیش نظر ہے ورنہ کئی دفتر درکار ہیں آپ کے علمائے دیوبند کے سیاہ کارناموں سے پردہ اٹھانے کے لئے۔
اعتراف: احمد رضا خان بریلوی کا استاد مرزا کا بھائی تھا؟۔

جواب: تھوڑی سی زحمت فرمالیتے کسی مستند کتاب کا حوالہ دے دیتے تاکہ ہمیں بھی پتہ چلتا کہ آپ میں کتنا دم خم ہے لیکن کیا کریں سوائے فاروقی صاحب کی کیسٹ کے کہ جس میں انہوں نے علمائے اہل سنت کے خلاف زہرا گلا ہے آپ کے پاس کوئی حوالہ نہیں اور فاروقی صاحب بھی یہ حوالے پیٹ میں ہی لے کر اگلے جہان سدھار گئے۔

مرزا قادیانی کے بھائی کا نام مرزا غلام قادر ہے۔ (سیرت مہدی، حیات طیبہ)
آپ ہمت کر کے امام احمد رضا کے اساتذہ میں مرزا غلام قادر کا نام دکھا دیں، مرزا غلام قادر تو گورداسپور کے ڈپٹی کمشنر کے دفتر میں سپرنٹنڈنٹ تھا۔ (حیات طیبہ از مرزا عبدالقادر)

پھر وہ آپ کا استاد کیسے ہو سکتا ہے، صرف ۱۸۵۶ء میں ولادت کی وجہ سے مرزا کا بھائی آپ کا استاد بن گیا؟ حالانکہ امام احمد رضا رحمہ اللہ تعالیٰ نے تمام علوم مروجہ اپنے گھر میں اپنے والد گرامی سے پڑھے اور آپ کی ولادت بریلی شریف یوپی انڈیا میں ہوئی اور مرزا غلام قادر قادیان میں اور پھر گورداسپور میں رہا اور پوری زندگی اس کا بریلی میں جانا ثابت نہیں اور اس کا انتقال ۱۸۸۳ء میں قادیان میں ہوا۔ (حیات طیبہ صفحہ ۷۲)
اور امام احمد رضا خان رحمہ اللہ تعالیٰ کے اساتذہ میں حضرت شاہ آل رسول مارہروی، علامہ احمد بن زینی ہلال مفتی مکہ، علامہ عبدالرحمن مکی، علامہ حسین بن صالح علی اور حضرت مولانا شاہ ابوالحسین احمد نوری شامل ہیں۔

دوسرا مرزا غلام قادر کا انتقال صحیح عقیدہ پر ہوا تھا کیونکہ اس وقت تک مرزا قادیانی نے کوئی باطل دعویٰ نہ کیا تھا اس کا پہلا باطل دعویٰ مجددیت ۱۸۸۳ء میں ہوا اور اس کے بعد کہیں اس نے نبوت کا جھوٹا دعویٰ کیا۔ یہی وجہ ہے کہ مرزا قادیانی کے ابتدائی دور زندگی میں جب اس نے عباسیوں اور آریاؤں کے خلاف کام کیا تو بہت سارے اکابر دین نے اس کے کاموں کو سراہا لیکن جب اس نے شہرت پا کر بعد میں دعویٰ نبوت کیا، تو تب پہلا فتویٰ اس کے خلاف دینے والی شخصیت امام احمد رضا کی تھی، لیکن آئیے اپنے گھر کی خبر لیجئے کہ مرزا صاحب سے آپ کے بزرگ اس کے باطل دعویٰ کے بعد کس قدر پیار کرتے ہیں۔

اپنے بزرگوں کے مرزا قادیانی سے تعلقات کی داستان خود مرزا کے بیٹے سے سنیے۔ مرزا بشیر احمد، مرزا قادیانی کے حالات زندگی پر مشتمل کتاب سیرت مہدی میں اور حیات طیبہ صفحہ ۳۶۹ پر مرزا عبدالقادر لکھتا ہے۔ انہی دنوں جبکہ حضور (مرزا صاحب) خدام سمیت اپنے باغ میں قیام پذیر تھے، مولانا ابوالکلام آزاد کے بھائی ابوالنصر صاحب قادیان میں تشریف لائے۔ وہ جو اثرات اپنے دل میں لے کر گئے ان کا ذکر انہوں نے اخبار ”کیل“ امرتسر میں شائع کیا وہ لکھتے ہیں میں نے اور کیا دیکھا قادیان دیکھا، مرزا صاحب سے ملاقات کی، مہمان رہا۔ مرزا صاحب کے اخلاق اور توجہ کا مجھے شکریہ ادا کرنا چاہئے، میرے منہ میں حرارت کی وجہ سے چھالے پڑ گئے تھے اور میں شور غنائیں کھا نہیں سکتا تھا مرزا صاحب نے (جبکہ دفعتاً گھر سے باہر تشریف لے آئے تھے) دودھ اور پاؤ تجویز فرمائی۔

آج کل مرزا صاحب قادیان سے باہر ایک وسیع اور مناسب باغ میں (جو خود انہیں کی ملکیت ہے) قیام پذیر ہیں۔ بزرگان ملت بھی وہیں ہیں، قادیان کی آبادی تقریباً تین ہزار آدمیوں کی ہے مگر رونق اور چہل پہل بہت ہے، بلند عمارت تمام ہستی میں صرف ایک ہی عمارت ہے، رستے کچے اور ناہموار ہیں بالخصوص وہ سڑک جو بنالہ سے قادیان تک آتی ہے اپنی نوعیت میں سب پر فوقیت لے گئی ہے، آتے ہوئے رستہ میں مجھے جس قدر تکلیف ہوئی تھی، نواب صاحب کے رتھ نے لوٹنے کے وقت اس میں نصف کی تخفیف کر دی اگر مرزا صاحب کی ملاقات کا اشتیاق میرے دل میں موجزن نہ ہوتا تو شاید آٹھ میل تو کیا آٹھ قدم بھی آگے نہ بڑھ سکتا۔ اکرام ضیف کی صفت خاص اشخاص تک محدود نہ تھی، چھوٹے سے لے کر بڑے تک ہر ایک نے بھائی کا سلوک کیا اور مولانا حاجی حکیم نور الدین صاحب جن کے اسم گرامی سے تمام انڈیا واقف ہے اور مولانا عبدالکریم جن کی تقریر کی پنجاب میں دھوم ہے۔ مولوی مفتی محمد صادق صاحب ایڈیٹر ”بدر“ جن کی تحریروں سے کتنے انگریز یورپ میں مسلمان ہو گئے ہیں۔ مرزا صاحب کی صورت نہایت شاندار ہے جس کا اثر بہت قوی ہوتا ہے، آنکھوں میں ایک خاص طرح کی چمک اور کیفیت ہے اور باتوں میں ملائمت ہے، طبیعت منکسر مگر حکومت خیز، مزاج ٹھنڈا مگر دلوں کو گرمادینے والا، بردباری کی شان نے انکساری کی کیفیت میں اعتدال پیدا کر دیا ہے، گفتگو ہمیشہ اس نرمی سے کرتے ہیں کہ معلوم ہوتا ہے کہ گویا مہتمم ہیں، رنگ گورا ہے، بالوں کو حنا

کارنگ دیتے ہیں، جسم مضبوط اور مختی ہے، سر پر پنجابی وضع کی سفید پگڑی باندھتے ہیں، پاؤں میں جراب اور دیسی جوتی ہوتی ہے، عمر تقریباً 66 (چھیاسٹھ) سال کی ہے۔ مرزا صاحب کے مریدوں میں میں نے بڑی عقیدت دیکھی اور انہیں خوش اعتقاد پایا۔ میری موجودگی میں بہت سے معزز مہمان آئے ہوئے تھے جن کی ارادت بڑے پایہ کی تھی اور بے حد عقیدت مند تھے۔ مرزا صاحب کی وسیع الاخلاقی کا یہ ایک ادنیٰ نمونہ ہے کہ اثنائے قیام کی متواتر نوازشوں کے خاتمہ پر بایں الفاظ مجھے مشکور ہونے کا موقع دیا کہ

ہم آپ کو اس وعدہ پر اجازت دیتے ہیں کہ آپ پھر آئیں اور کم از کم دو ہفتے قیام کریں (اس وقت کا تبسم ناک چہرہ اب تک میری آنکھوں میں ہے) میں جس شوق کو لے کر گیا تھا ساتھ لایا اور شاید وہی شوق مجھے دوبارہ لے جائے۔ واقعی مجھے قادیان نے اس جملہ کو اچھی طرح سمجھایا ہے:

”وحسن خلقک ولو مع الکفار“۔

کیوں جناب خادم دیوبند صاحب آپ کے علماء مرزا کے دعویٰ نبوت کے بعد بھی اتنے مداح کیوں؟ نبی سے پیر اور گستاخ سے دوستی۔۔۔۔۔

”یا بے ایمانی، تیرا ہی آسرا“۔

اعتراض:

احمد رضا خان نے وصیت کی کہ میرے دین پر عمل کرنا یہ ہر فرض سے اہم فرض ہے تو اس سے پتا چلا کہ اس کا اپنا بنایا ہوا دین تھا۔

جواب: پہلا جواب الزامی ہے کہ اپنے گھر کی خبر لیجئے:

مرثیہ ص: ۱۳ پر آپ کے شیخ الہند محمود الحسن صاحب نے لکھا ہے:

پھرے تھے کعبہ میں ڈھونڈتے گنگوہہ کا راستہ

پھر صفحہ ۲۴ پر لکھتے ہیں:

اس کی آواز تھی یا بانگ خلیل الہی

کہہ کے لبیک چلے اہل عرب اہل عجم

(ص: ۲۳)

خود بتائیے کہ آپ دیوبندیوں کا کعبہ تو گنگوہ میں ہے پھر آپ کے بانی مذہب خلیل احمد صاحب نے جو تحریر کی اس کے متعلق ”المہند“
 لکھتے ہیں:

جس کو مولانا خلیل احمد صاحب نے تحریر فرمایا ہے واقعی اس قابل ہیں کہ ان پر اعتماد کیا جاوے اور ان سب کو مذہب قرار دیا جاوے۔

اور یہ بھی پڑھتے جائیے، رشید احمد صاحب کیا کہتے ہیں:

”سن لو حق وہی ہے جو رشید احمد (گنگوہی) کی زبان سے نکلتا ہے اور تقسم کہتا ہوں کہ میں کچھ نہیں ہوں مگر اس زمانہ میں ہدایت و نجات ف ہے میری اتباع پر“ (تذکرۃ الرشید ج ۲ ص ۱۷)

خادم صاحب کیا خیال ہے احمد رضا فاضل بریلوی رحمہ اللہ تعالیٰ نیا دین لے کر آئے یا کہ آپ کے علماء دیوبند کہ جن کا کعبہ ”گنگوہ“ بھی رجن کا مقام یہ ہے کہ نجات ان کی اتباع پر موقوف ہے حالانکہ یہ مقام کسی مولوی کا نہیں، نبی اور رسول کا ہے۔

اور تحقیقی جواب یہ ہے کہ فرشتے قبر میں سوال کریں گے ”مادی نک“ کہ اے مردے تیرا دین کیا ہے تو اس وقت فرشتوں کے سوال سن مرده جواب دے گا دینی الاسلام کہ میرا دین اسلام ہے۔

نبی پاک ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ یہ جواب دینے والا کامیاب ہوگا۔ تو کیا خیال ہے جناب کافر شتوں کا سوال اور اس کا جواب غلط تو نہیں کہے گا ”میرا دین“ تو جس طرح ادھر میرا کہنے سے اس مردے کا کوئی نیا دین نہیں اس طرح احمد رضا بریلوی کے کہنے سے کسی نئے دین کی میں بنی۔

اعتراض:

بخاری شریف کی روایت ہے:

يلقى ابراهيم اباه آزر يوم القيامة... الخ

”قیامت کو اب ابراہیم کو آگ میں پھینکا جائے گا۔“

لہذا معلوم ہوا کہ آپ کا والد کافر ہے۔

جواب: اس کا جواب یہ ہے کہ یہاں پر بھی ”اب“ سے مراد چچا ہے نہ کہ والد تفصیل گزر چکی ہے اور قرآن میں لفظ ”اب“ کا معنی مفسرین نے چچا لیا تو درست ہے تو ادھر بھی وہی تاویل کریں گے کہ ابراہیم کے چچا آزر کو جہنم میں ڈالا جائے گا۔۔۔ الخ

سوال:

”اگر ابیہ سے مراد چچا ہے تو چچا کو جہنم میں پھینکنے سے ابراہیم علیہ السلام کو رسوائی نہیں ہوتی ہاں اگر والد ہے تو تب رسوائی ہوتی ہے۔۔۔ الخ“

جواب:

یہ کہاں سے قانون وقاعدہ اخذ کیا ہے؟ اگر نفی ہے تو حوالہ دیجئے اور اگر عقلی ہے تو ”والسلام علی من اتبع الهدی“۔

اعتراض: خادم علماء دیوبند ص: ۵ پر محقق علماء کی رائے آزر کی تحقیق کا عنوان قائم کر کے لکھتے ہیں:

چونکہ تاریخ اور توراۃ دونوں ابراہیم کے والد کا نام تاریخ بتاتے ہیں اور قرآن آزر کہتا ہے اس لئے علمائے مفسرین نے اس مسئلہ کی تحقیق میں دورا ہیں اختیار کی ہیں۔“

(۱) ایسی صورت کی جائے کہ دونوں ناموں کے درمیان مطابقت ہو جائے اور یہ اختلاف جاتا رہے۔

(۲) تحقیق کر کے فیصلہ کن بات کہی جائے کہ ان دونوں میں کون صحیح ہے اور کون غلط یا دونوں صحیح ہیں مگر دو جدا جدا ہستیوں کے نام ہیں۔

جواب:

ماشاء اللہ! حضرت صاحب نے وہی بات کہی جس کے ہم متلاشی تھے، واقعی ہم بھی یہی کہتے ہیں کہ پہلی صورت میں دونوں ناموں میں ہم نے تطبیق دیتے ہوئے کہا ہے کہ آزر حضرت ابراہیم علیہ السلام کا چچا اور تاریخ آپ کے والد گرامی ہیں اور لفظ ”اب“ کا مجازی معنی مراد لیا جائے گا، اس طرح تاریخ اور قرآن کا اختلاف جاتا رہے گا اور یہ تحقیق اجل علماء و مفسرین کے بھی مطابق ہوگی جنہوں نے صراحتاً ذکر کیا ہے کہ آزر ابراہیم علیہ السلام کا چچا تھا (کما مر)۔

اور دوسری صورت میں ہم کہتے ہیں کہ قرآن و تاریخ دونوں صحیح ہیں اور آزر اور تاریخ الگ الگ ہیں آزر جناب ابراہیم علیہ السلام کے چچا کا نام ہے اور تاریخ آپ کے والد گرامی کا نام ہے۔

اب اگر دونوں (قرآن و تاریخ و توراۃ) کو صحیح قرار دیا جائے تو آزر بت کا نام نہیں ہو سکتا ورنہ اختلاف نہیں جائے گا۔ اختلاف اسی صورت ختم کیا جاسکتا ہے کہ جب آزر ابراہیم کے چچا کا نام اور تاریخ آپ کے والد کا نام مانا جائے۔

خادم صاحب ص: ۵ پر لکھتے ہیں کہ آزر اور تاریخ ابراہیم کے والد کے دو نام ہیں مثل یعقوب و اسرائیل کے۔ آگے چل کر لکھتے ہیں ابیہ آزر سے مراد چچا تب لیتے کہ اگر پہلے قرآن میں عم آزر ہوتا کیونکہ مجازی معنی تو تب مراد لیتے ہیں کہ جب پہلے حقیقی معنی موجود ہوتا ہے پھر صفحہ: ۵ پر تحقیق کرتے ہوئے لکھتے ہیں یہ دونوں نام ایک ہی شخصیت سے وابستہ ہیں تاریخ علم (اسی) ہے اور آزر علم و صفی (وصفی نام) ہے اور تھوڑا سا آگے چل کر لکھتے ہیں علماء کی تحقیق یہ ہے کہ آزر اس بت کا نام ہے تاریخ جس کا پجاری تھا۔

پھر آخر میں لکھتے ہیں قرآن و حدیث سے ثابت ہوا کہ ابراہیم کا والد کافر تھا۔ صفحہ: ۵ پر لکھتے ہیں نساہین اور مؤرخین کے نزدیک نام تاریخ ہے۔ یہ بات کہ ان کا نام تاریخ ہے ضعیف ہے۔ ایسی باتوں کا تعلق یہود نصاریٰ کے ساتھ ہوتا ہے اس لئے قرآن کی صراحت کے مقابلے میں ان باتوں کا اعتبار نہیں کیا جاتا۔

اقول: لو آپ اپنے دام میں صیاد آگیا

آپ کے کہنے کے مطابق یعقوب و اسرائیل دو نام ہیں شخصیت ایک ہے، کیا قرآن نے تاریخ و آزر دو نام ذکر کئے ہیں؟ حالانکہ یعقوب و اسرائیل دونوں کو ذکر کیا گیا ہے۔ کیا کہیں ہے کہ آزر جس کا علم و صفی ہے وہ تاریخ ہے؟ پھر خود علماء کی تحقیق کو بیان کرتے ہیں کہ آزر بت کا نام ہے اور تاریخ ابراہیم کے والد کا اور کہیں کہتے ہیں کہ تاریخ ابراہیم علیہ السلام کے والد کا نام ہونا ضعیف ہے اور قرآن کے مقابلے میں ان باتوں کا اعتبار نہیں۔

تو پھر فوراً قرآن کی صراحت کے خلاف بت کا نام آزر کیسے مان لیا؟ اگر کہو کہ یہ مفسرین کی رائے ہے تو ان اجل مفسرین کی رائے اور محققین کی تحقیق اور ان روایات و احادیث کثیرہ کا کیا جواب دو گے کہ جن سے ثابت ہو چکا کہ آزر کسی صورت میں جناب ابراہیم علیہ السلام کا والد نہیں کیونکہ کوئی کافر شخص نبی کا والد نہیں ہو سکتا، لہذا یہی ماننا پڑے گا:

”آزر آپ علیہ السلام کے چچا کا نام ہے اور تاریخ آپ کے والد گرامی کا نام ہے اور یہ کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے والد تاریخ کامل

مومن اور موحد تھے۔“